پنی

کیدار ناتھ کومل

اجنبی

کیدار ناتھ کومل

ملنے کا پتہ : E-97، سروجنی نگر، نئی دہلی 110023

پہلی بار ۱۹۸۲ ——— ایک ہزار

خوشنویس : لقارالرحمن

آرٹسٹ : بھنوٹ

نودیپ آفسیٹ پرنٹرس دہلی
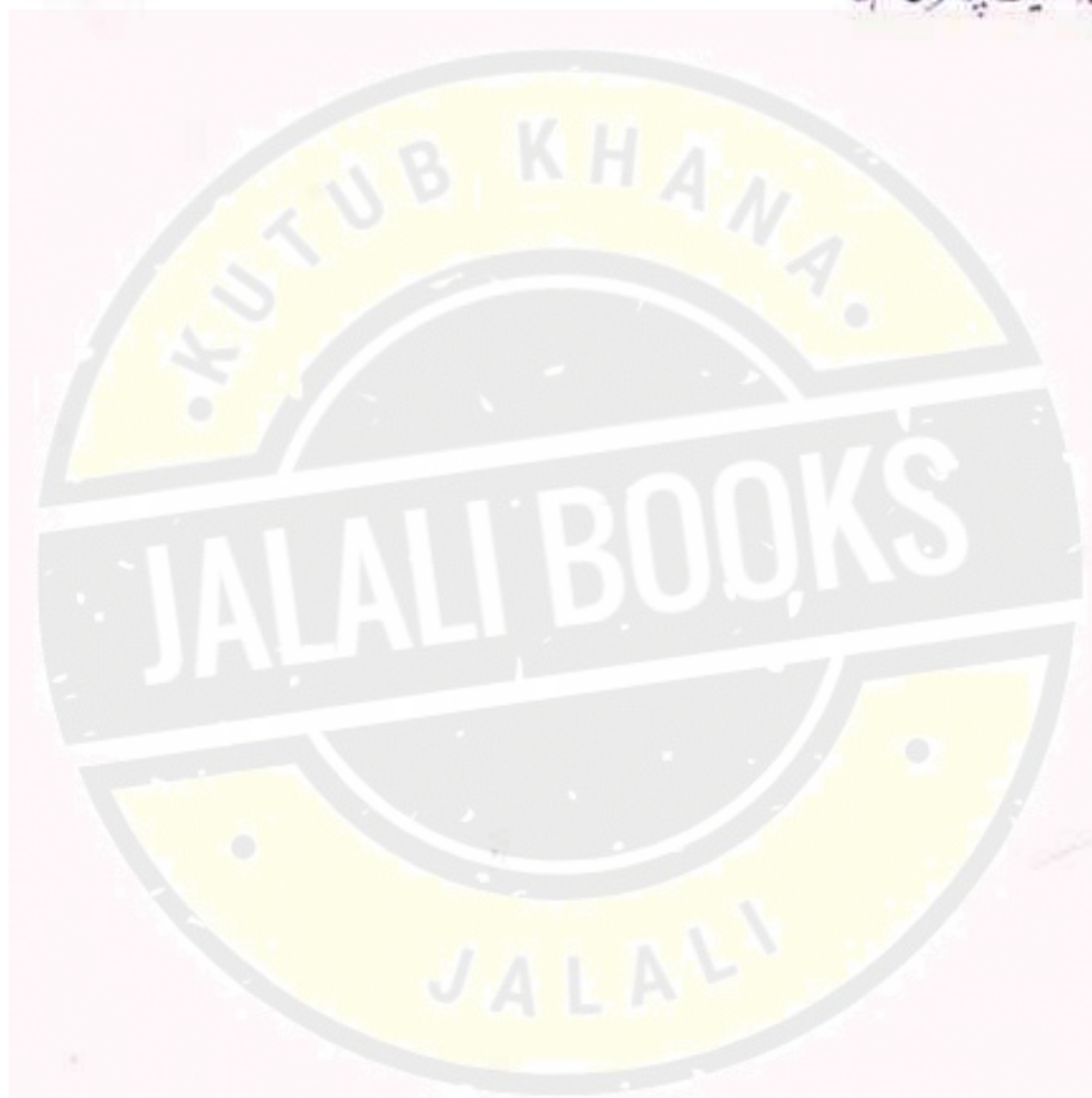
یہ کتاب فخرالدین علی احمد میموریل فنڈ کے مالی اشتراک سے شائع ہوئی ہے

AJNABI: (URDU POEMS) by KEDARNATH KOMAL

پیش لفظ

از

پروفیسر گوپی چند نارنگ

صدر شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دلّی

کیدار ناتھ کومل ہندی کے ممتاز شاعر ہیں۔ ہندی میں ان کے کلام کے چار مجموعے "پچھرا ہے پر"، "کہرے سے نکلتے ہوئے"، "سورج کے آس پاس" اور "ہم سورج کے بیچے" شائع ہو چکے ہیں۔ ہندی میں ان کی اہمیت اور مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ چھبیس سے زیادہ انتخابات میں ان کی نظمیں شامل ہیں۔ وہ ہندی کے ان شاعروں میں سے ہیں جو اردو اور ہندی دونوں زبانوں پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ اردو کے کئی رسائل میں کومل کی نظموں کے تراجم شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی نظموں میں ہندی کا رس اور گھلاوٹ اور اردو کی کھنک اور کشش ہے۔ زیرِ نظر مجموعے میں انھوں نے اپنی بعض نظمیں اردو قارئین کے لیے پیش کی ہیں۔

کومل ایک حساس اور دردمند دل کے شاعر ہیں۔ اُن کی شاعری کا رُخ ان کی اپنی ذات کی طرف نہیں بلکہ انسان اور پوری کائنات کی طرف ہے۔ انھوں نے انسان کے دکھ درد اور اس کے چھوٹے بڑے مسائل کے گیت گائے ہیں۔ ہندی اور اردو لفظوں کو کچھ ایسے ملاتے ہیں جیسے ریشم کے رنگا رنگ تاروں سے کوئی مُرقّع بنا جا رہا ہو۔ کومل کی شاعری دوسروں کی دکھائی ہوئی راہ پر چلنے کی شاعری نہیں۔ وہ اپنے دماغ سے سوچتے، اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور دل سے محسوس کرتے ہیں اور اپنے ہی لفظوں

میں اپنے دل کی چوٹ بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے سماجی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر طنز بھی کیا ہے لیکن ہمدردانہ۔ اُن کا دل اس بات پر کُڑھتا ہے کہ دنیا سے برتاؤ کی ایمانداری رخصت ہوئی جاتی ہے۔ لیکن آسمانی قدروں میں اس کا ذکر آب و تاب سے ملتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں پر ناز کرتے ہیں جو اگر مصروف کار ہوں تو زندگی کی راہوں پر بہاروں کے گیت بُن دیں اور کھیتوں کی کوکھ سے شادمانی کی چاندنی اُگا دیں۔ کومل کی شاعری دل کے اندھے سفر کی داستان بھی ہے، لیکن ایسی جیسے شمع قطرہ قطرہ پگھل کر معدوم ہو جاتی ہے۔ اُن کا مرکزی موضوع انسانیت کا درد ہے۔ وہ منافقت دوغلے پن اور ریاکاری کا پردہ چاک کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو اونچ نیچ کی مہما کا بکھان کرتے ہیں، بار بار پوچھتے ہیں کہ ہری جن اور سوریہ دنشی کے جسم میں ایک ہی انسانی خون نہیں چمکتا، یا جو تہذیب کے گیت گاتے ہیں، کیا نہیں جانتے کہ بھوکے آدمی اور بھوکے جانور میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ کومل کی شاعری میں انسانیت کے سورج کی کرنیں کھلی ہیں۔ امید ہے اردو دان حلقوں میں یہ نظمیں محبت سے پڑھی جائیں گی۔

ترتیب

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

شاہ عبدالسلام

کے نام

صحیح الفاظ

روشنی کے بیج ہیں
زمین پر جہاں گریں گے
اُجالا پھوٹے گا !

شکایت

آسمان کا رنگ نیلا کیوں ہے ؟
سورج کا رنگ پیلا کیوں ہے ؟
بھکاری کا چہرہ گیلا کیوں ہے ؟
برسات کا موسم سیلا کیوں ہے ؟
ایسی شکایتوں کا انت نہیں
مگر ایسا کرنے سے
جیون رُکتا نہیں —
وقت کسی کے آگے
جھکتا نہیں

جنھیں کچھ کرنا ہوتا ہے
وہ کر گزرتے ہیں
پھول پتھریلی دھرتی پر بھی
کھل جاتے ہیں۔
اور شکایت کرنے والوں کی
شکایت پر
مُسکاتے ہیں !

سورج کی کرنوں کی طرح

بھاگنا چاہتا ہوں
سُورج کی کرنوں کی طرح
صبح سے شام تک

•

جاگنا چاہتا ہوں
پورے چاند کی طرح
رات بھر

ہنسنا چاہتا ہوں
پھولوں کی طرح پھیلے ہیں جو
دھرتی کی آخری حد تک

رونا چاہتا ہوں
نہ رُکنے والی برسات کی طرح
اور سمندر کی طرح
ساری دھرتی کو بانہوں میں
باندھ لینا چاہتا ہوں

کچھ ہونا چاہتا ہوں
پربتوں، کھیتوں، کھلیانوں، گاؤں، گھاٹیوں
میدانوں، جنگلوں، پھولوں، کلیوں کو
گُدگُدانا چاہتا ہوں
نیا گیت گانا چاہتا ہوں

بھاگنا چاہتا ہوں
سورج کی کرنوں کی طرح

صلیب پر

وقت کی آنکھ میں
تنکے سے پڑے ہوئے ہیں
زندگی کی قمیض پر ادھ ٹوٹے
بٹن سے جڑے ہوئے ہیں
بے شمار راہیں، شام کے
چوراہے پہ کھڑے ہوئے ہیں

طوفان کی گود میں
پل کر جواں ہوئے ہیں
زندہ ہیں گو عیسے
صلیب پر چڑھے ہوئے ہیں

الفاظ

الفاظ کو بڑے پیار سے پڑھتا ہوں
الفاظ کو بڑے دُلار سے سُنتا ہوں
الفاظ کو بڑے خُمار سے سُنتا ہوں
کیونکہ انہیں پڑھتے سنتے لکھتے
صدیاں بیت گئیں
اب ان کے جسم سے زخم رِستے ہیں

الفاظ کی وجہ سے لوگ
جلتے ہیں، کُڑھتے ہیں
عمر بھر گھستے ہیں

لوگ لفظ لفظ پر
بنتے بگڑتے ہیں

لفظوں کی وجہ سے ہوتا ہے
دنگا فساد
کبھی جھگڑا

کبھی من مٹاؤ تگڑا

کبھی لڑائی
کبھی جنگ
کبھی جنگِ عظیم

پھر بھی الفاظ کے لیے
کم نہیں ہوا چاؤ
اس لیے
الفاظ کو بڑے پیار سے پڑھتا ہوں
الفاظ کو بڑے پیار سے سنتا ہوں
الفاظ کو بڑے خمار سے لکھتا ہوں

جی ھوتا ھے

جی ہوتا ہے
اساڑھ کے بگولوں کو
چُوموں ، جُھوموں ، گاؤں
جنگل ، پہاڑوں میں
ندی ، نالے ، تال کی
لہر لہر کو گُدگُداؤں

جی ہوتا ہے
تھکی تھکی
رُکی رُکی
جلتی دوپہر میں
چڑیا کے بچّے کو دلراؤں

لاوارث انجان
میلے کچیلے
معصوم ، اُداس بچّوں کے
ہونٹوں پہ جنّت سی
مُسکان بن بکھر جاؤں

جی ہوتا ہے
اندھے بھکاری کے پھیلے ہاتھوں میں
روٹی کا ٹکڑا بن جاؤں

تپتے کھیتوں میں جلوں اور
گندم کی بالی بالی میں
سونے کی صبح کا گیت رچاؤں !

یہ دو ہاتھ

یہ دو ہاتھ
اپنے سینے میں
جگوں کی تاریخ لیے ہیں

یہ دو ہاتھ
اُٹھتے رہتے ہیں
اِدھر اُدھر
یہاں وہاں
بُرائی میں زیادہ
اچھائی میں کم

یہ دو ہاتھ
دن کے سونے کی روشنی میں
تھام تاش کے پتّوں کے قوس و قزح کھلاتے ہیں
وقت کا نایاب موتی مٹّی میں ملاتے ہیں

یہ دو ہاتھ

اگر انسان کی مدد کے لیے عمل کریں تو
بجھی بجھی زندگی کا کایا کلپ ہو سکتا ہے

یہ دو ہاتھ
اگر کام میں مصروف رہیں تو
زندگی کی راہوں پر بہاروں کے گیت مُسکرا سکتے ہیں !
کھیتوں کی کوکھ سے صحت مند چاندنی اُگا سکتے ہیں !!

جنم دن

دروازے پہ ہلکی سی دستک
ایک شخص ڈرائنگ رُوم میں داخل ہوتا ہے
بھینی سی خوشبو چاروں طرف بکھر جاتی ہے
جیسے کنواری کلی ارمانوں کے رنگ میں نکھر جاتی ہے

اُلجھے بال، مُرجھایا مُکھڑا
ایک مُکھڑے میں چھپا ہزاروں لاکھوں کا دُکھڑا
چہرہ کچھ پہچانا سا
سپنوں میں بھٹکا دیوانہ سا
ماتھے پہ چند قطرے پسینے کے چمکتے ہوئے
آنکھوں میں رنگوں کے مے خانے
ہونٹوں پہ اَن گائے گیتوں کی دہکتی آگ
نہ بات کی، نہ مُسکرایا
چُپ چاپ کھڑا ہو گیا
جیسے ہی ملنے کو آگے بڑھا
جانے وہ کہاں کھو گیا

میرے سامنے آئینہ خاموش تھا
اور تپتے ریگستان میں
ایک دیوانہ بے ہوش تھا!

سرد صبح

بھٹکتی دھند
ٹھٹھرتی سڑکیں
کانپتے درخت
اونگھتے مکان
سکڑے بجلی کے کھمبے
ننگے
سہمے پرندے
ڈری ڈری ہوا
بانہیں پھیلائے ریل پٹریاں
سب جم گئی ہیں
قلم کی نوک پر
کتنا وزن اٹھائے گی کمر؟

جانے کب نکلے گا سورج
چیتھڑوں میں لپٹا مزدور کا بچہ
اٹھتے ہی مانگے گا باسی روٹی کا ٹکڑا
کون دے گا روٹی اسے
بھوکوں کے وطن میں!

پت جھڑ

پت جھڑ میں درختوں کے پتّے
ٹوٹ جاتے ہیں
ہرے، پیلے، لال، گلابی، عُنابی پتّے
(لوگ کہتے ہیں)
مر گئے: جھڑ گئے: پتّے ٹوٹ گئے
لیکن میں نے دیکھا ہے کہ
ٹوٹنے کے بعد بھی وہ
ہَوا میں رقص کرتے ہیں
اور ہم جیتے جی
بار بار مرتے ہیں
صبح شام
آہیں بھرتے ہیں!

دیواریں

دیواریں
آگے ، پیچھے ، دائیں ، بائیں دیواریں
دیواروں کے پیچھے دیواریں
دیواروں کے پیچھے ، پیچھے ، پیچھے
اور ، اور ، اور

دیواریں ، دیواریں ، دیواریں
کسے پکاریں ؟
کب تک پکاریں ؟

جُرم

ڈر لگتا ہے
ڈر لگتا ہے اپنے سے
ڈر لگتا ہے آنے والے ہر سپنے سے

یہ مجھے کیا ہوگیا ہے ؟
میں اتنا ڈرا ڈرا سا کیوں رہتا ہوں ؟
دُھند کی ندی میں تنکے سا بہتا ہوں
جُرم کرتے دیکھا تو نہیں کسی نے مجھے ؟
شاید نہیں لیکن اگر دیکھا ہو
تو کیا کروں گا ؟
ڈر لگتا ہے
ڈر لگتا ہے اپنے سے !

راہ بھاگتی ہے
نیند ٹوٹتی ہے
آنکھیں کھولتا ہوں
جالوں بھرے کمرے کی دیواریں

بھائیں بھائیں کرتی ہیں
اُنگلی ٹیبل لیمپ سے ٹکراتی ہے
چاروں طرف سہمی سی
قید روشنی بکھر جاتی ہے
بیوی ، بچّے ، میز ، کُرسی
کتابیں ، اخبار ،
میگزینوں کے بنڈل
غیر مطبوعہ نظموں کے ڈھیر
ان میں بھٹکے چاند سورج !

کاغذ پر قلم شرماتی ہے
جیسے کنواری لڑکی پہلی بار
نئی نوکری پر جاتی ہے
خیالوں کے اُجلے کینوس پر
کِس نے مارا تیر !
خون بہتا ہے
ٹپ ، ٹپ ، ٹپ
میرے جسم سے خُون بہتا ہے
سارا لباس خون سے تر بتر ہو گیا ہے
خاموشی چیخ رہی ہے
کوئی نہیں سُنتا

سب سو گئے ہیں ۔
سب کہیں نہ کہیں گئے ہیں !

صبح ہوتی ہے
جاگتا ہوں
(حالانکہ امید سوتی ہے)
جلدی تیار ہوتا ہوں
اور ایک سائیکل
بھاگتے سائیکلوں کی بھیڑ میں
راہ پاکر
راہ کھوتی ہے !

بے نام سا درد

زندگی سے بھیک مانگی تھی
پھُول تو کیا
دو کانٹے بھی نہ ملے
ایک بے نام سا درد
دے دیا اور کہا —
'یہی سب کچھ ہے !'

مَیں نے جو چاہا

میں نے جو چاہا نہیں ہوا
پتھر کی مورت ٹوٹ گئی
سُنتے سُنتے میری دُعا

جب آنکھ کھُلی
چاروں طرف رقصاں
روشنی کے فوّارے تھے
روح میں چاند
آنکھوں میں جھلمل ستارے تھے
ہوش آیا تو جانا کہ
زندگی ہی نہیں ہم بھی ہیں اپنے سے خفا !

جسے بھی چاہا ، پوجا ، پیار کیا
اس گھر کے آنگن در دھوئیں سے بھر گئے
نگاہوں کے پھول
ایک ایک سب جھڑ گئے
ملا ہے درد ایسا کہ جس کی نہیں دوا !

میں ہوں اور عرش کا سُونا پن ہے
جس میں جگ جگ کا گناہ دفن ہے
میں زندہ ہوں، کب، کس نے کہا

مَیں نے جو چاہا نہیں ہوا
پتھر کی مورت ٹوٹ گئی
سُنتے سُنتے میری دُعا !

راھی

وقت کی گمنام
گلیوں میں بھٹکا
راہی ہوں
دھرتی کے دُکھی
مُکھڑے کی سیاہی ہوں
چل رہا ہوں کہ
انسان کو منزل مل جائے
جل رہا ہوں کہ
دھرتی کا اندھیرا ڈھل جائے!

قطعہ

آنسو آہیں درد
طوفان بجلی آگ
تنہائی بے بسی غم
کانٹے پتھر راگ

نیا اندھیرا

دماغ :
ایک چھوٹا سا کمرہ
اُس میں کتابوں کا
قطب مینار سا ڈھیر
اُف !
کتنا ہوگیا ہے اندھیر !

نیا زمانہ

لوگ
مذاق اُڑاتے ہیں
بھرتا ہے جو کوئی آہ :
ایمانداری سے جینا بھی
ہوگیا ہے گُناہ !

نئی پود

ہم نشان ہیں
محض نشان
نام پانے کا بھوت
سوار ہے ہم پر

گھومتے ہیں گلے میں
بڑی بڑی تختیاں لٹکائے
آپس میں جی بھر کے لڑتے ہیں
ہر روز جیتے ہیں
ہر روز مرتے ہیں !

سردی کی دھوپ

جوانی کے خمار سی دُھوپ
عرش کے پھیلاؤ سی دُھوپ

گاؤں کے میلے سی دُھوپ
بھاگتے ٹھیلے سی دُھوپ

حُسن کے جام سی دُھوپ
اپنے نام سی دُھوپ

نویلی کلی سی دُھوپ
پیار کی گلی سی دُھوپ

جوان اُمنگ سی دُھوپ
خط بیرنگ سی دُھوپ

چائے گرم سی دُھوپ
میٹھے بھرم سی دُھوپ

گرم ٹوپی سی دُھوپ
میٹھی روٹی سی دُھوپ

اُڑتے پنچھی سی دُھوپ
گونجتی بنسی سی دُھوپ

ایک بچّی

ایک گمنام بچّی
گلیوں ، سڑکوں ، بازاروں میں گھومتی ہے

بار بار اچانک
اُس کے ہونٹ پکارتے ہیں ــــ
امّی جان !
ابّا جان !

ابھی اُس کا درد نیا ہے ؟
(یہ زندگی کیا ہے ؟)

کتنا بڑا جہاں ہے
لیکن پیار کہاں ہے ؟

اُس کی درد بھری آواز سُن کر
لوگ رُک جاتے ہیں
پتھر کے دل دیکھتے ہیں

نہ پگھلتے ہیں ، نہ پیار لٹاتے ہیں !،

کیا یہ مناسب نہیں کہ وہ اکیلی رہے
زندگی کا دُکھ درد سہے ؟

رفتہ رفتہ اُس کا غم
سِسک سِسک کر خاموش ہو جائے گا
اور زمانہ اپنی کامیابی پر مسکرائے گا......

ننھے پودے

ننھے ننھے پودے
اماوسی اندھیرے کے
گرجتے طوفان میں
سینہ تانے کھڑے ہیں
سچ مچ ہمارے
ارادوں سے وہ کتنے بڑے ہیں!

چوراہے پر

زندگی کا آئینہ
چٹخ گیا ہے
عزم کا اجالا
بھٹک گیا ہے
جاگوں ، اٹھوں ، چلوں ، بڑھوں
دل کا تقاضہ ہے
اُمید پوچھتی ہے نا اُمیدی سے
اب کدھر کا ارادہ ہے !

پیار

میرے یار
نہ کر پیار

پیار
بھگوان، پھول، خُوشبُو
تھا کبھی
اب زمانے کے ساتھ
پیار بھی
بدل گیا ہے
اور اُس نے سانپ کا
روپ دھارن کر لیا ہے
اس لیے
پیار سے ڈر!

چاند

چاند کتنا مدھم
کتنا اداس
جیسے پڑھے لکھے بیکار
نوجوان کو زندگی
نہ آئے راس !

چاند کتنا مدھم
کتنا اُداس
جیسے سچائی کے نام پر
زندگی کا قدم قدم پر
ٹوٹتا وشواس !

چاند کتنا مدھم
کتنا اُداس
جیسے غریب حسینہ کا
چاندی کی جھنکار پر بک جائے
ارمانوں کا گھاس !

چاند کتنا مدھم
کتنا اُداس
جیسے برہمن کے بھرے ساون میں
بڑھتی جائے پیاس !

ایک پیالہ چائے

مُنیا کی مَیلی بندیا سا سورج
آوارہ لڑکے سی بھٹکتی ہوا
ملاوٹی رنگوں کے طنز میں ڈوبے صبح کے رنگ
پٹری پر پھٹی چادر اوڑھے لیٹی بھکاری سی سمتیں
اکویتا کے جنگل میں تڑپتی ادھ ننگی عورت
شراب کے نشے سا ٹوٹتا شہر
مُرجھائے گاؤں کی گلیاں
غیر مطمئن طالب علم سے بوکھلائے گھر
پڑوس میں ڈبل روٹی کے لیے چلّاتا نئے گیت سا بچہ
ریڈیو سے لڑکھڑاتے آدرش سا ہانپتا بھجن ــــ
رگھوپتی راگھو راجا رام
(نہ رگھوپتی نہ راگھو
پاکٹ ماروں کی بستی میں
راجا کا کیا کام
بھُوکے پیٹ کو رام سے کیا کام !)
خون سے لت پت خبروں کی سڑاند
سب کانپ رہے ہیں میز پر پڑے
چائے کے پیالے میں
اور قلم لکھ رہا ہے اندھیرے سا گیت
اُجالے میں ....

لفظ اور مفہوم

لفظ

بوڑھا لفظ

لقوے کا مارا

ٹوٹی جھونپڑی میں

پڑا کراہ رہا ہے

دُور ۔۔۔ جنگل میں

مفہوم ۔۔۔

اُس کا بیٹا

نکل پڑا ہے والد کے لیے

دوائی لینے

طوفانی رات میں!

مہنگائی

مہنگائی
بوچڑ خانے میں
میمنے کی چیخوں پر
ہنستا قصائی

اندھا سفر

دور تک پھیلا
پھیلا اندھیرا

ذرّے ذرّے میں پنہاں خاموشی کا
گونجتا گرجتا سمندر

آسماں کی پیشانی پر
آئینے کی چمک
جھکے قدم
لڑکھڑاتا جسم
چلنا —
بنا راہ کے چلنا

چلنا —
مسکرا کر چلنا

دل کے اندھے سفر کو نکلے
صدیاں بیت گئیں

بجھی بجھی گمنامی میں
موم بتی کی طرح
اندھیرے راستوں پہ چلنا
چلتے جانا

دل کو اندھے سفر پہ نکلے
صدیاں بیت گئیں !

زہر کی تلاش ہے

پاؤں پاؤں میں چھالے ہیں
ہونٹ ہونٹ پر تالے ہیں
جینے کے ڈھنگ نرالے ہیں

چھائی ہے گھنگھور گھٹا
موت کی ملتی نہیں دوا

نظر نظر اُداس ہے
آدمی آدمی بدحواس ہے
زہر کی تلاش ہے

جائیں تو کدھر جائیں
کھائیں تو کیا کھائیں
گائیں تو کیا گائیں

دامن دامن جلتا ہے
ارمان ارمان پگھلتا ہے
درد کا دَور چلتا ہے

ہر گلی ہے بدنام گلی
سب چیزیں ہیں زہر بھری
الفاظ کی ارتھی نکل چکی

پربت پربت اندھیرا پھیلا ہے
ساگر ساگر غم پھیلا ہے
دھرتی کا مُکھ مَیلا ہے

رونے سے بھلا ہوگا کیا
مرنے کی دے گا کون دوا
تُو خُود ہی اپنا خدا ہوگا

نگر نگر میں شور مچا

سوچ کی چادر پھینک ذرا
تو اپنے آپ کو گلے لگا
تُو منزل ہے بڑھتا جا

تم

اے گزرے ہوئے وقت کو پکارنے والو
تم جو روز روز سچائی کی دہائی دیتے ہو
کیا تم کبھی سچائی تک پہنچے ہو
اور درد کے جنگل سے گزرے ہو!

تم جو روز روز ایکتا کے نعرے لگاتے ہو
کیا تم نے پگھلتے، ٹوٹتے، بکھرتے دلوں میں
جھانکنے کی کوشش کی ہے!

تم جو روز روز امن کا سبق پڑھاتے ہو
کیا تم امن کا مطلب سمجھتے ہو!

تم جو روز روز تہذیب کے گیت گاتے ہو
کیا تم جانتے ہو کہ
بھوکے آدمی اور بھوکے جانور میں کوئی فرق نہیں ہوتا!

تم جو اونچ نیچ کی مہا گاتے ہو
کیا تم جانتے ہو کہ ہری جن اور

سُوریہ ونشی کے جسم میں ایک ہی خُون چمکتا ہے !

تم جو 'تسلّی رکھو' کے نعرے لگاتے ہو
کیا تم جانتے ہو کہ
غریب، پڑھے لکھے بیکار نوجوان
آگ کی لپٹوں سے گزر رہے ہیں !

تم جو دیش پیار کی دُہائی دیتے ہو
کیا تم جانتے ہو کہ
کتنے لوگ ملاوٹی راشن، دوائیوں کی وجہ سے
روز روز ہی مَوت مر رہے ہیں !

تم جو دھرم ایمان کا واسطہ دیتے ہو
کیا تم جانتے ہو کہ
دھرم کب کا بِک چُکا !

تم جو عظیم تمدّن کا ڈھول پیٹتے ہو
کیا تم جانتے ہو کہ
بہرے سُن نہیں سکتے !

اے گزرے ہوئے سُنہری کل کو پُکارنے والو

سُنو ، کان کھول کر سُنو

زمانہ بدل رہا ہے

زمانہ بدل چُکا ہے !!!

دھرتی

جلو
جتنا — جل سکتے ہو
تمہیں ایک دن
آگ بننا ہے

لہراؤ
جھومو ، ناچو ، گاؤ
بہکی بہکی چاندنی میں
کانٹوں کو گدگداؤ
تمہیں ایک دن
ہوا بننا ہے

روئیے
جی بھر کر روئیے
دکھی، اندھے، بہرے، لنگڑے، لوگوں کو
کاندھے پہ اٹھاؤ
تمہیں ایک دن
سمندر بننا ہے

اُڑو
آزاد پرندے کی طرح پر پھیلا کر
دھڑکن کے سرگم میں
نیا گیت گا کر
اُڑو اوپر اوپر
تمہیں ایک دن
آسمان بننا ہے

جاگو، اٹھو، چلو، بڑھو
رنگ برنگی، سوکھی گیلی، رتیلی
ہنستی گاتی بل کھاتی دھرتی پر
پورب سے پچھم تک
تمہیں ایک دن
دھرتی بننا ہے

اجنبی

شور ہے، تماشا ہے
مکا ہے، بتاشا ہے
لڑائی ہے، جھگڑا ہے
کمزور ہے، تگڑا ہے
دھوکا ہے، چوری ہے
کالی ہے، گوری ہے
رشوت ہے، بھتیجا واد ہے
گاندھی ہے، جلاد ہے
ماسٹر ہے، ودیارتھی ہے
سبھی سوارتھی ہیں!

بھوک ہے، بیکاری ہے
رہنے کو گھر نہیں
الماری ہے!

سڑکیں ہیں، ننگے پاؤں ہیں
پاؤں کے زخموں میں
خوابوں کے گاؤں ہیں!

دل ہے، دماغ ہے
نس نس میں روتی
ٹھنڈی آگ ہے!

جلوس ہیں، جلسے ہیں
گرتے ہیں، مرتے ہیں
مرمر کے چلتے ہیں
سپنے ہیں آزادی ہے
چیتھڑے ہیں، کھادی ہے
دیش ہے، مہانتا ہے
ہمارے دل کے سوا ہمیں
سارا جگ جانتا ہے!

سوانح عمری

سُننا چاہتے ہو
سُن کر کیا کرو گے
میرا قِصّہ نہیں
سُنانے کا !

وہ اَور ہوں گے جن کی
سوانح عمری پر
لکھے جاتے ہیں گرنتھ
کوئی نام نہیں
میری زندگی کے افسانے کا !

پیدا ہوئے ، غربت سے کھیلے ، جدّوجہد کرتے رہے
اور جدّوجہد کرتے ہوئے مر گئے
زندگی نام نہیں
بوڑھے پیپل کی طرح
جیئے جانے کا !

زندگی کا مفہوم
سمجھانے لگیں تو
کئی زندگانیاں بھی کم ہیں
بس پیار بھری ایک نظر
کچھ بھی نہیں اور
سمجھنے سمجھانے کا !

ریڈیو ، ٹی - وی ، فرج
نوکر چاکر ، موٹر بنگلا
جسم کو تھوڑا سکون دے سکتے ہیں
مگر میری روح کا سفر ہے
ویرانے کا !

نہ نام ، نہ دھام
نہ واقفیت کوئی
ہر دیش میں نام ہے
میرے دیوانے کا !

دھول

دُھول دُھول دُھول
چاروں طرف دُھول
بچپن سے لڑکپن تک
لڑکپن سے جوانی تک
جوانی سے بڑھاپے تک
اُڑتی رہی
دُھول

زندگی
کتنی بڑی بھول

اے لوگو
ختم کردو سانسوں کا تانا بانا
جہنّم سے بدتر زندگی کو
کیوں دے رہے ہو طُول ؟

بیماری

دل نے دماغ سے کہا —
'سُنو یار !
چھوڑو بھی ایمانداری کا
پھٹا پلّہ
مزے سے کھیلو
ہر موقعے کے ساتھ
گیند بلّا ! '

'نہیں ممکن '
بولا دماغ
' ایمانداری
ہے ایسی بیماری
جس کا دھرتی پر نہیں
کوئی عُلاج !
ہاں ، آسمان ضرور
کرتا ہے ایمانداری پہ ناز ! '

گولیوں کی گونج میں

نفرت کی آندھی چلی
چاروں طرف اندھیرا ہوگیا
گونج اُٹھیں گولیاں
وقت کی ٹہنی سے
بہت پیارا پھول
جھڑ گیا

کروڑوں انسانوں کا پیارا
بھارت ماں کی آنکھوں کا تارا
بُدّھ ، عیسےٰ ، نانک سا
ہمارا باپُو مرگیا
جھوٹ سچ کو دھوکا دے کر
اپنا کام کرگیا !

کتنے برس بیت گئے
لیکن ہمارا زخم
آج بھی تازہ ہے
جیسے کل کی بات ہو !
چمکے گا قطبی ستارے کی طرح زخم ہمارا
چاہے کتنی گہری رات ہو !!

وہ دن

وُہ بھی دن تھے کہ
ہر روز اُمڈ گھمڈ کر
برستی تھیں گھٹائیں
یہ بھی دن ہیں کہ
زمانے کے آنسو پی کر بھی
ایک آنسو نہیں گرتا

عزم

بھول گیا ہوں
خود کو اس لیے کہ
وقت کے دل کا
زخم ہوں
ہر اندھیرے کا
جی بہلاتا ہوں !

ایک لفظ

کہنا چاہتا ہوں
ایک بات
لکھنا چاہتا ہوں
ایک لفظ —
سورج کی طرح
روشن
تاکہ سوئی دھرتی
جاگ اٹھے
ساری دنیا
ناچ اُٹھے!

مجبوری

مجبوری
مجبوری
مجبوری
آدمی
آدمی کے درمیان
ہو گئی کتنی
د ـــــ و ـــــ ر ـــــ ی !

سیڑھیاں

ہر روز
چڑھتا ہوں الفاظ کی
اَن گنت سیڑھیاں
پھر بھی سورج سے
کوسوں دُور ہوں !

موت

گلاب کی
پتی پتی کے
ریشے ریشے کے
دِل کے دِل میں
میرا دل ہے
جی بھر کے مارو ، لتاڑو ، اُجاڑو
بیج کے احساس کے
احساس میں
میرا دل ہے
میرا مرنا
بہت مشکل ہے !

روپ

اب چاندنی رات ہی نہیں
اماوس کا اندھیرا بھی
نیلم کی طرح مسکراتا ہے
جدھر دیکھتا ہوں
بس، تیرا ہی رُوپ
جھلملاتا ہے!

سورج کے بیٹے

پیڑھی در پیڑھی در پیڑھی
اندھیرے میں
جاگتے ہوئے لیٹے ہیں
ہم
سورج کے بیٹے ہیں !

آدرش سوتے ہیں
آئینے روتے ہیں

من مانی کر کے رہیں گے
آپ کون ہوتے ہیں

اندھے بھائی نین سُکھ
سُورج کے پوتے ہیں

درد بے حساب ہے
بے حساب روتے ہیں

سُکھ اُگتا ہی نہیں
سُکھ روز بوتے ہیں

گھر میں انقلاب

صبح شام
کھڑکی سے کھڑا ہو کر
میرا پانچ سالہ بیٹا
پکارتا ہے —
انقلاب زندہ باد !

دو سال پہلے بھی وہ
یہی نعرہ لگاتا تھا
لیکن اُس کا ڈھنگ
کچھ نرالا تھا —
انقلاب کو 'کلی کلاب'
کہتا تھا۔
اب سے کہیں زیادہ
خوش رہتا تھا !

بیٹے سے اکثر سوال کیا ہے میں نے
'انقلاب کا مطلب کیا ہے ؟

کہاں سے سیکھا یہ نعرہ ؟
کیا اسکول میں یہی پڑھایا جاتا ہے ؟
کیا سچ مچ انقلاب آئے گا ؟
آئے گا تو کب آئے گا ؟'

جواب میں وہ
منہ بناتا ہے
پھر مُسکراکر
بھاگ جاتا ہے

سوچتا ہوں کہ دیش
بیس سال کی آزادی کے بعد
کہاں سے کہاں آپہنچا ہے
مگر اُس بچے نے تو پانچ سال ہی
آزاد ہوا میں سانس لی ہے
پھر' انقلاب ، انقلاب
کیوں گاتا رہتا ہے !

بیس سال
ہاں ، بیس سال میں
مذہب ، فلسفہ ، گیان ، ایمان
یقین ، عزم

یہاں تک کہ بھگوان بھی
کھو گیا ہے
یہ سب کیا ہو گیا ہے ؟
کچھ تو کہو اے دوستو
یہ سب کیا ہے ؟
کیوں ہے ؟
تم بھی تو 'ستیہ میو جیتے' کے
نعرے لگاتے ہو
لیکن بچہ صبح شام
انقلاب کا نعرہ لگاتا ہے
'ستیہ میو جیتے' کا گیت
کیوں نہیں گاتا ہے !!!

وطن

وطن
تمہارا وطن
ہمارا وطن
سب کا وطن

اندھیری
پتھریلی
نکیلی
پگڈنڈیوں پر
چلتا
گرتا
سنبھلتا
اُٹھتا
بڑھتا ہوا وطن !

بھیڑوں
جلسوں
جلوسوں
شہروں
گلیوں میں
نعروں سے
گونجتا ہوا وطن !

اندھی
بہری
گونگی
رسموں کی
قبروں کو
روندتا ہوا وطن !

اُجلے
سانولے
کالے
متوالے

ایک سانچے میں
ڈھلتے رنگ
نئے رنگوں کے سانچے میں
ڈھلتا ہوا وطن

مہنگائی
چور بازاری
موقعہ پرستی
رشوت خوری کی
بیماری میں
تڑپتا
ہانپتا
کانپتا
جلتا بجھتا
پگھلتا ہوا وطن

تمہارا وطن !
ہمارا وطن !!
سب کا وطن !!!

لوگ

بھیڑ کی تنہائی میں ڈوبے ہوئے
زندگی کی بے وفائی سے اُوبے ہوئے لوگ

آہوں کی دُھند میں بھٹکے ہوئے
آنکھ میں آنسو کی طرح اٹکے ہوئے لوگ

دُکھوں کی آگ میں سُلگتے ہوئے
وقت کی بھٹّی میں
اسپات کی طرح پگھلتے ہوئے لوگ

پتھریلی راہوں پر
زخمی پاؤں لیے چلتے ہوئے
سُورج کی آگ میں بدلتے ہوئے لوگ

بُھوک، بیماری کے ستائے ہوئے
بھگوان کو کِھنے۔ بھر کو بنائے ہوئے لوگ

ذرا ذرا سی بات پر بگڑتے ہوئے
پیسے پیسے کے لیے جھگڑتے ہوئے لوگ

صدیوں سے بے مطلب جیتے ہوئے
صدیوں سے ذلّت کے جام پیتے ہوئے لوگ

ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے
یہ سارے کے سارے لوگ
کہاں جا رہے ہیں ؟

مہذّب لوگ

شراب کے جام کی طرح چھلکتے ہوئے
نئے عاشق کے آنسو کی طرح ڈھلکتے ہوئے لوگ

رشوت کے نشے میں اچھلتے ہوئے
ایمانداری کو پاؤں تلے کچلتے ہوئے لوگ...

چاند نگر کی وادیوں میں گنگناتے ہوئے
دارالخلافوں کی چمکدار سڑکوں پر مسکراتے ہوئے لوگ

شہرت کی میناروں پر چڑھتے ہوئے
بھیڑ میں ایک دوسرے کو دھکیل کر آگے بڑھتے ہوئے لوگ

قوس و قزح کے خوابوں کے ہنڈولے میں ڈولتے ہوئے
دن کے اُجالے میں تجوریوں کے تالے کھولتے ہوئے لوگ

اے مہذّب لوگو!
کچھ تو کہو، خاموش ہو کیوں
کیا رشتے میں کچھ ہوتے ہیں
وہ اَن پڑھ، آوارہ، جاہل، نکمّے لوگ!

چہرے

میرے چاروں طرف چہرے اُگ آئے ہیں !
کتاب کھولتا ہوں
صفحوں پر چہرے اُگ آئے ہیں
لکھنے بیٹھتا ہوں
الفاظ کی جگہ چہرے بن جاتے ہیں
آئینہ دیکھتا ہوں
چہرے میں کتنے چہرے ٹوٹنے لگتے ہیں
رات کو نیند میں
چہرے ٹوٹ پھوٹ بکھر جاتے ہیں
گاتے ہیں، چیختے ہیں، چلّاتے ہیں
بھکارن صبح جاگتی ہے
اُمید کی دھوپ کھلتی ہے
چاروں طرف چہرے —
اُوبے ہوئے چہرے
ڈوبے ہوئے چہرے
چاند پر جمی دھول کی تہوں کی طرح
وہ چہرے شعور پر جم گئے ہیں

ان چہروں میں دھنس گیا ہوں
ان چہروں میں مَیں پھنس گیا ہوں
چاروں طرف چہروں کے گھیرے ہیں
یہ چہرے شاید میرے ہیں
ان چہروں کو دیکھتے دیکھتے
تھک گیا ہوں
اِن چہروں کو دیکھتے دیکھتے
چُک گیا ہوں
ان چہروں کو کہاں لے جاؤں ؟
اتنا بڑا اسیج کہاں چھپاؤں ؟